ایک خونی کہانی

محمد اسد اللہ

30۔گلستان کالونی، نزد پانڈے امرائی لانس، ناگپور۔440013

اس شخص کے بال نہ صرف کالے تھے بلکہ چہرہ بھی لال بھبھوکا تھا۔ شاید اسی لیے لوگوں نے اسے لالہ کہنا شروع کر دیا تھا۔ وہ روزگار کی تلاش میں، بھٹکتا ہوا اس شہر میں آیا تھا، شروع میں جو بھی کام مل گیا کرلیا۔ چند دنوں بعد اس نے سڑک کے کنارے چھوٹی سی ایک دکان کھول لی۔ چائے سموسے، پکوڑے، جلیبیاں بنانے لگا۔ اکّا دُکّا گاہک وہاں کھڑے نظر آتے۔ دھیرے دھیرے اس نے اپنے ہوٹل میں بننے والی چیزوں میں تبدیلیاں کیں، کئی تجربے کیے۔ ایک وقت ایسا آیا کہ اس کا ہوٹل کباب کے لیے مشہور ہوگیا اور لوگوں کی بھیڑ میں اچانک اضافہ ہوگیا۔ وہاں کے لذیذ کبابوں کی خوشبو اور شہرت سن کر دور دور سے لوگ آنے لگے۔ اب لالہ ہر وقت مصروف رہتا۔ ہوٹل میں کام کرنے والے ملازموں میں بھی اضافہ ہوگیا۔ آخر میں لالہ کا ایک ہی کام رہ گیا تھا، وہ اپنی مخصوص گدّی پر بیٹھا گاہکوں سے پیسے لیتا اور نوٹیں گنتا رہتا۔

اسی بستی میں ایک حکیم جی رہتے تھے اللہ نے ان کے ہاتھ میں شفا دی تھی۔ جو مریض ان سے ملتا ضرور شفا پاتا۔ اسی دوران ایک مریض ان کے پاس آیا جس کے چہرے اور ہاتھ پر اس قدر سرخ داغ اُبھر آئے تھے کہ اسے پہچاننا مشکل ہوگیا تھا۔ بدن میں ہر وقت جلن ہوتی رہتی، وہ درد کے مارے تڑپتا رہتا تھا۔ اس مریض کا بوڑھا باپ اسے حکیم جی کے پاس لایا تھا۔ حکیم جی اس نوجوان کا بہت دیر تک معائنہ کرتے رہے، ان کے چہرے پر الجھن کے آثار نمودار ہوئے اور پھر وہ دیر تک خلا میں گھورتے ہوئے گہری سوچ میں ڈوب گئے۔

بوڑھے نے پوچھا: 'حکیم جی میرا بیٹا اچھا ہوجائے گا نا؟' حکیم جی خاموش رہے۔

بوڑھے نے پھر پوچھا: 'حکیم جی کچھ تو بولیے، یہ کیا بیماری ہے؟ آپ کریں گے نا اس کا علاج؟'

حکیم جی نے اس نوجوان کو دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں گہری اُداسی تھی پھر وہ بوڑھے سے مخاطب ہوئے، 'اس بیماری کا علاج تو ہے مگر میں یہ علاج نہیں کرسکتا۔' بوڑھے کی آنکھوں کے سامنے پر اندھیرا چھا گیا۔

'کیوں نہیں کرسکتے حکیم جی؟ میں اس علاج کی منہ مانگی قیمت ادا کرنے کو تیار ہوں۔'

'معاف کرنا، میں یہ علاج ہرگز نہیں کرسکتا۔' حکیم جی نے انکار کردیا۔

بوڑھے نے بہت منّت سماجت کی مگر حکیم جی راضی نہ ہوئے۔ بوڑھا مایوس ہوکر چلا آیا۔

اس کے بعد بوڑھا اپنے بیٹے کے علاج کے سلسلے میں جو کچھ کرسکتا تھا اس نے کیا۔ کسی نے مشورہ دیا کہ اس مرض میں صبح کی ہوا خوری مفید ہے لہٰذا وہ علی الصباح اپنے بیٹے کے ساتھ بستی سے باہر سیر کے لیے نکل جاتا۔ واپسی پر لالہ کی دکان پڑتی تھی۔ ایک دن بیٹے کی فرمائش پر گرم گرم کباب اسے کھلائے۔ پھر یہ روزانہ کا معمول ہوگیا کہ وہ

دونوں لالہ کے کبابوں کا مزہ لیے بغیر آگے نہ بڑھتے۔اسی طرح تین مہینے گزر گئے۔سب نے دیکھا دھیرے دھیرے اس نوجوان کی صحت میں سدھار آنے لگا۔اس کے چہرے اور جسم سے سرخ داغ غائب ہونے لگے۔آخر ایک دن اس کا بیٹا اس بیماری کے چنگل سے پوری طرح آزاد ہوگیا۔

بوڑھے کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔اسے بے اختیار حکیم جی یاد آئے جنھوں نے اس مرض کا علاج کرنے سے انکار کر دیا تھا اور اب ان کا بیٹا حکیم جی کی مدد کے بغیر بھلا چنگا ہوگیا تھا۔وہ اپنے بیٹے کو لے کر حکیم جی کے پاس پہنچا۔ بوڑھے حکیم نے اس نوجوان کو اس حالت میں دیکھا تو حیران رہ گئے۔انھوں نے اس سے پوچھا: 'تم نے اسے کوئی

خاص دوا کھلائی ہے؟ کیا علاج کیا؟''

بوڑھے نے کہا، 'کوئی خاص علاج نہیں کیا؟ یہ خود بخود ٹھیک ہوگیا۔'

'نہیں، ایسا نہیں ہوسکتا۔' پھر حکیم جی نے اس کے دن بھر کے معمولات کے بارے میں پوچھ تاچھ کی۔بوڑھے نے صبح سے شام تک کے سارے کام گنوائے۔حکیم جی کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔آخر انھوں نے اس شخص کو صحت یابی پر مبارک باد دی۔ان دونوں کے جانے کے بعد حکیم جی نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ بات کی اور لالہ کے بارے میں کریدنا شروع کیا۔

اگلے دن حکیم جی کی شکایت پر حکومت کے کارندوں نے لالہ کو گرفتار کرلیا۔اس کے ہوٹل اور گھر پر چھاپہ مار کر تلاشی لی گئی۔وہاں سے جو چیزیں برآمد ہوئیں انھیں دیکھ کر سب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔سارے شہر میں ہنگامہ مچ گیا۔ لالہ کے گھر کے تہہ خانے سے بے شمار انسانی ڈھانچے اور ہڈیاں برآمد ہوئیں۔چھان بین کے بعد پتہ چلا کہ لالہ اس شہر میں مزدوری کی تلاش میں آنے والے دوسری بستی کے مزدوروں کو اغوا کر کے مروا دیا کرتا تھا اور ان کے گوشت کے کباب بنا کر بیچا کرتا تھا۔

'حکیم جی! آپ اس راز تک کس طرح پہنچے؟' اس علاقے کے تحصیلدار نے حکیم جی سے پوچھا۔

'دراصل یہ بوڑھا شخص اپنے بیٹے کو لے کر علاج کے لیے میرے پاس آیا تھا۔میں نے اسے یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ میں اس کا علاج نہیں کرسکتا۔ میں یہ جانتا تھا کہ اس عجیب و غریب بیماری کا علاج سوائے انسانی گوشت کے کچھ اور نہیں اور یہ مجھ سے ممکن نہیں تھا۔ چند ماہ بعد وہ مریض صحت یاب ہوکر آیا تو میں حیران رہ گیا۔ میں اس کے ذریعے لالہ کی گھناؤنی حرکت کو سمجھ گیا۔'

تحصیلدار صاحب نے حکیم جی کا شکریہ ادا کیا۔ان کے علاقہ میں ہونے والی اس شرمناک حرکت کا حکیم جی نے پردہ فاش کیا۔اگر یہ سلسلہ چلتا رہتا تو نہ جانے کتنے لوگ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔

○○